تحریک پاکستان اور مولانا مودودیؒ : تحقیقی جائزہ

Fakhr-ul-Islam*

Abstract

Syed Abul Ala Maudoodi (1903-1979) had a multidimensional personality. He was a philosopher, missionary, journalist and politician. He produced literature on Islamic political thought and a vast variety of other themes. His thoughts influenced individuals and movements all over the world especially the Subcontinent, Egypt, Iran, Afghanistan, Central Asia, Turkey, South East Asia and North Africa. Some of his thoughts generated a debate among his followers and opponents. One such area of his thoughts was his opinion about the idea of creation of Pakistan in 1940's. Although being a staunch supporter of the Two-Nation Theory, he did not support the scheme of All India Muslim League. He did present alternative options for solving constitutional problem of the Indian Muslims, but his approach was not fully understood. In this regard his followers adopted apologetic approach thereby denying that Maudoodi opposed the idea of Pakistan. It was a half-truth and by saying that they could not explain Mauddod's alternative proposals. The opponents of Maudoodi, on the other hand, dubbed him as adversary to the idea of Pakistan and bracketed him with other antagonists such as Abdul Ghafar Khan, Ulama of Deoband, Khaksars etc. Did Mauddodi's really oppose achieving of sovereign state for the Muslims of India? What were the grounds for his opposition to the scheme of All India Muslim League? Which alternatives he presented for solution of constitutional problem of the Indian

* Professor and Director at Pakistan Study Centre, University of Peshawar, Pakistan.

Muslims? These and similar questions have been answered in this paper.

ابتدائیہ

ہمارے ہاں یہ روش عام ہے کہ سنی سنائی باتوں کو بلاتحقیق سند کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اگر ایسی باتوں کی مثبت اور علمی طریقے سے روک تھام نہ کی جائے تو تاریخی مغالطے جنم لیتے ہیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کو معاملات کا صحیح رخ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ایسی باتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ مولانا سید ابولاعلیٰ مودودیؒ قیام پاکستا ن کے مخالف تھے۔ اس حوالے سے ان کو کانگریس اور جمعیت العلمائے ہند کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کیا جاتا ہے جب کہ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ مولانا مودودی ؒ نے پاکستان کے تخیل کو غذا فراہم کی۔زیر نظر مقالے میں اس الزام کاعلمی جائزہ لیا گیا ہے اور مستند حوالوں سے اصل صورت حال منظر عام پرلانے کی کوشش کی گئی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا مودودی ؒپر پاکستا ن مخالفت کا الزام مسلم لیگ نے نہیں لگا یا۔ کم از کم مسلم لیگ ہند کی دستاویزات میں اس حوالے سے کو ئی ثبوت نہیں ملتایہ الزام قیام پاکستان کے کافی دیر بعد ایوب خانی مارشل لاء کے دوران لگا۔ واقعہ یہ ہے کہ 1964میں جنرل ایوب خان نے جماعت اسلامی پر پابندی لگاتے ہوئے مولانا مودودیؒ اور ان کے رفقاء کو پابند سلاسل کر دیا۔ جماعت اسلامی پر پابندی کے لیے جو اسباب بتائے گئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس جماعت نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی تاہم جماعت نے پابندی کے ضابطے کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا جس نے تمام الزامات کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے

پابندی اٹھانے کا حکم دیایاد رہے کہ ان الزامات میں پاکستان کی مخالفت کا الزام بھی شامل تھا جو عدالت کے فیصلے کے ساتھ بے بنیاد ثابت ہوا۔(۱) عدالت کے حکم کے بعد مولانا مودودی ؒ رہا ہوئے۔ انھوں نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ حکمران ہم پر پاکستان کی مخالفت کا الزام لگاتے ہیں تو اس کے لیے ثبوت بھی فراہم کریں اگر ثبوت نہیں تو جھوٹ کو سو بار دہرانے سے یہ سچ نہیں بن سکتا۔(۲)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ الطاف گوہر نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ انہوں نے مولانامودودی اور ایوب خان کی ملاقات کرائی تھی جس کے بعد ایوب خان نے انہیں بتایا کہ حکومت کی کوئی بھی ایجنسی ایسی کوئی شہادت فراہم نہ کر سکی جس سے پتہ چلے کہ مولانا کے روابط غیر ملکی طاقتوں سے ہیں یا وہ کسی قسم کی غیر ملکی امداد حاصل کرتے ہیں (۳)

الطاف گوہر صاحب کے خیال میں مولانا مودودی ؒ کے مخالفین تین قسم کے تھے:

(1)حکمران طبقہ جو مولانا کو اپنے لئے زبردست خطرہ سمجھتا تھا اور احتجاج اور کنفیوژن کا ذریعہ خیال کرتا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ مولانا مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور اس بات نے انہیں اقتدار کا بھوکا موقع پرست بنا دیا ہے۔

(2)بائیں بازوں سے تعلق رکھنے والے جو مولانا کے خیالات و افکار کو رجعت پسند قرار دے کر انہیں سرمایہ داروں اور مغرب کا ایجنٹ قرار دیتے تھے۔یہ لوگ یہ الزام بھی بار بار عائد کرتے تھے کہ مولانا مودودی ؒ کو بعض غیر ملکی طاقتوں کی طرف سے مالی امداد ملتی ہے۔

(3)بعض مذہبی عناصر جو مولانا کے علم اور ان کے افکار پر سوالات اٹھاتے تھےوُہ قرآن و سنت کی اپنے فہم کی روشنی میں تشریح کرنے کو قابل اعتراض سمجھتے تھے۔

ذاتی اور جماعتی حیثیت سے کردار

قیام پاکستان کی تحریک جب زوروں پر تھی تو اس وقت جماعت اسلامی ایک نوزائدہ جماعت تھی جو 25اگست 1941کو قائم ہوئی اس لیے چند ارکان کے ساتھ و ہ تحریک پاکستان میں کوئی نمایاں کردار ادا نہ کر سکی تاہم جماعت اسلامی کے قیام سے قبل ہی مولانا مودودی ؒ نے تحریک پاکستان کو علمی اور نظریاتی غذا فراہم کی تھی جس کا اعتراف نامور مورخین نے کیا۔ تحریک پاکستان کا مشکل ترین دور 1937تا 1939صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کا قیام تھا۔ ان حکومتوں نے ہندو بالادستی قائم کرنے اور مسلم شناخت مٹانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔کانگریسی حکومتوں کے مظالم پر جہاں پیر پور کمیٹی رپورٹ سامنے آئی وہاں مولانا مودودی ؒ نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ نعیم صدیقی نے لکھا ہے کہ مولانامودودی ؒ اس صورتحال سے کافی پریشان تھے۔ مولانا نے کہا :

"1937میں مجھے حید ر آباد دکن سے دہلی سفر کا موقع ملا میں نے دیکھا کہ چھ صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کے قیام سے مسلمان احساس شکست کے تحت اعتماد کھو چکے تھے میرے لیے یہ سب کچھ ناقابل برداشت تھا جب میں حید رآباد دکن واپس ہوا تو کئی راتیں نہ سو سکا اور اسی صورت حال کے مضمرات پر سوچتا رہا "۔(۴)

مولانا کی اس طویل غور و فکر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کانگریس کے متحدہ قومیت والے نظریے کے خلاف خم ٹونک کر میدان میں آگئے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ مولانا اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگریس اور مسلمانوں

میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ (۵) شریف الدین پیرزادہ لکھتے ہیں:

"1938-39میں مولانا مودودیؒ نے ترجمان القرآن میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ انھوں نے کانگریس کی سازشوں کو طشت از بام کرتے ہوئےمسلمانوں کومتنبہ کیا۔انھوں نے برصغیر کی مسلم تاریخ کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے کانگریس کے سیکولر نظریہ پر شدید تنقید کی۔ مولانانے کہا کہ ہندوستان کے تناظر میں صرف عددی اکثریت والی جمہوریت سے مسئلہ حل نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح تو ہندؤں اور مسلمانوں کا تناسب 4:1تھا "۔(۶)

دو قومی نظریے کے ترویج کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کا کردار مثالی رہا انہوں نے ہندوؤں کا متحدہ قومیت والا نظریہ مسترد کرتے ہوئے معرکتہ آلاراء کتاب " اسلامی قومیت کا حقیقی مفہوم "تصنیف کی۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ہند نے اس کتاب کو بڑی تعداد میں شائع کر کے ہندوستان کے کونے کونے میں تقسیم کیا۔ (۷)

اس طرح قائد اعظم اور لیاقت علی خان کے دست راست اور آل انڈیا مسلم لیگ کے جائنٹ سیکرٹری مولانا ظفر احمد انصاری نے بھی "مسئلہ قومیت "نامی کتاب کی اثر انگیزی کو سراہا۔آپ نے لکھا :

"اس موضوع (دوقومی نظریہ) پر مولانا مودوی ؒ نے مسئلہ قومیت کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین لکھا جو اپنے دلائل کی محکمی اور زو ربیان کے باعث مسلمانوں میں بہت مقبول ہوا۔ جس کا چرچا بہت تھوڑے عرصے میں اور بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں میں ہو گیا۔ اس اہم بحث کی ضرب متحدہ قومیت کے نظریے پر پڑی اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا احساس بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ قومیت کے مسئلے پر یہ بحث محض ایک نظری بحث نہ تھی بلکہ اس کی ضرب کانگرس اور جمعیت علمائے ہند کے پورے موقف پرپڑتی تھی۔ ہندؤں کی سب سے خطرناک چال یہی تھی کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کی جداگانہ قومیت کا احساس کسی طرح ختم کر کے ان کے ملی وجود کی جڑیں کھوکھلی کر دی جائیں۔ خود مسلم لیگ نے بھی اس

بات کی کوشش کی کہ اس بحث کا مذہبی پہلو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے تاکہ عوام کانگرس کے کھیل کو سمجھ سکیں اور اپنے دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کیطرف متوجہ ہوں۔ "(۸)

علامہ اقبالؒ،قائد اعظمؒ اور مولانا مودودی ؒ

تحریک پاکستان میں علامہ اقبالؒ اور قائد اعظم محمد علی جناح ؒکے کردار کی ایک دنیا معترف ہے۔ان دونوں راہنماؤں سے مولانا کے تعلق سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ مولانا مودودی ؒ اکابرین تحریک پاکستان کا بہت احترام کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ مولانا مودودی ؒ کی تحریروں کے معترف تھے۔ 1926میں ہندو مفکر سوامی شر دھانند نے مسلمانوں کی تاریخ اور خصوصاً حضورﷺکے بار ے میں توہین امیز خیالات پھیلانا شروع کر دکیے تو ایک پر جوش مسلمان قاضی عبدالرشید نے ان کو قتل کر دیا۔ اس واقعے کے بعد ہندؤں نے زبردست پروپیگنڈہ کیا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ مولانا مودودی ؒ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اس پروپیگنڈے سے خاصے پریشان تھے۔ایک دن وہ جامع مسجد دہلی میں ایک تقریب میں شریک تھے جس سے مولانا محمد علی جوہر نے بھی خطاب کیا۔ مولانا جوہر نے خواہش ظاہر کی کہ کاش کوئی مسلمان اس پروپیگنڈے کا مدلل جواب دے۔(۹)

23سالہ مودودی ؒ جو اس وقت الجمیعۃ کے ایڈیٹر تھے نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ کام کریں گے چنانچہ انہوں نے الجمیعۃ میں جہاد سے متعلق مضامین لکھنا شروع کردئیے جنہیں بعد میں ایک کتاب الجہاد فی الاسلام میں یکجا کیا۔ علامہ اقبال نے جب یہ کتاب پڑھی تو بے ساختہ کہنے لگے:

"یہ جہاد پر بے نظیر کتاب ہے۔ اس میں مصلحت سے پاک، بے باک دلائل ہیں جو اردو تو کیا کسی اور زبان میں موجود نہیں "۔ (۱۰)

ایک اور جگہ علامہ اقبالؒ نے لکھا کہ وہ ہر ذی علم مسلمان کو مشورہ دیں گے کہ وہ یہ کتاب ضرور پڑھے۔ علامہ اقبالؒ کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا وہ ایک مرکز قائم کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے نشاتہ ثانیہ کے لیے افراد کا رتیا رہوں۔ 1937میں اقبال اور مولانا مودودیؒ کی ملاقات ہوئی جس میں اقبا ل نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا حیدر آباد دکن چھوڑ کر پنجاب آجائیں تاکہ اس منصوبے پر عمل درآمد ہو۔ مولانا مودودی ؒ نے حامی بھری چنانچہ پٹھا ن کوٹ (مشرقی پنجاب) میں چوہدی نیاز علی خان نے زمین کا عطیہ دیا جس پر مولانا نے دارلاسلام کے نام سے 1938میں ادارہ قائم کیا۔ بدقسمتی سے اسی سال اقبال کا انتقال ہو ا جس کا دارالاسلام کو خاصا نقصان ہوا۔ تقسیم ہند کے وقت فسادات پھوٹ پڑے تو مشرقی پنجاب بھی اس کے لپیٹ میں آیا اس لیے مولانا مودودی ؒ اور دارالاسلام کے دیگر رہائشی پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ (۱۱)

قائد اعظمؒ اور مولانا مودودی ؒ کے درمیان براہ راست کوئی ملاقات نہیں ہوئی تاہم دونوں کے درمیان بالواسطہ رابطہ تھا۔ اسی طرح مسلم لیگ کے حلقوں میں دیگر اکابرین مولانامودودی ؒ کا احترام کرتے تھے۔ 1940میں قرار داد پاکستان کی منظوری کے بعد مسلم لیگ ایک اسلامی دستور کا خاکہ بنانے کے لیے سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ چنانچہ ستمبر 1940میں یوپی مسلم لیگ نے اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی جس میں مولانا مودودی ؒ کو بطور ممبر لیا گیا۔ اس کمیٹی کے دیگر اراکین میں سید سلیمان ندوی،مولاناعبد الماجد دریا آبادی وغیر ہ شامل تھے۔ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں کہ اگر مولانا تصور پاکستان کے مخالف ہوتے تو انہیں کیونکر اتنی اہم کمیٹی کا رسمی ممبر چنا جاتا۔(۱۲)

جہاں تک قائد اعظم سے راوابط کا تعلق ہے تو 1941میں جماعت اسلامی کے قیام کے بعد مولانا نے جماعت کے سیکرٹری جنرل قمر الدین خان کو قائد اعظم کے پاس بھیجا۔مقصد یہ تھا کہ مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے باہمی تعلقات پر بات ہو سکے۔ قمرالدین خان دہلی میں قائد اعظم کی رہائش گاہ گل رعنا میں ان سے ملے اسی ملاقات کا احوال ملک غلام علی نے اپنے مقالے بعنوان "پروفیسر مودودی ؒ کے ساتھ ساتھ اسلامیہ کالج سے ذیلدار پارک تک " میں تفصیل سے کیا ہے۔آپ نے لکھا کہ قائد اعظم ؒ قمرالدین خان کے ساتھ تپاک سے ملے اور کہا کہ انہوں نے جماعت اسلامی اور مولانا مودودی ؒ کا نام سن رکھا ہے اگر چہ انہیں جماعت کے نظریے سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں۔ قائد اعظم نے اس موقع پر فرمایا:

"جہاں تک میر ا خیال ہے مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے مقاصد میں کچھ زیادہ فرق نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں تاہم (فرق یہ ہے) کہ میں فوری مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں جب کہ مولانا مودودیؒ طویل المدتی منصوبے پر عمل پیر ا ہیں۔"(۱۳)

مشہور مورخ اور دانشور ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی اپنی ایک تحریر میں اس ملاقات کا تذکرہ کیا ہے آپ کے مطابق قائد اعظم ؒ نے یہ بھی کہا کہ:

"میں مسجد کے لئے زمین چاہتا ہوں جب ہمیں اس مقصد کے لئے زمین مل جائے تو ہم مل کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مسجد کیسے تعمیر کرنی ہے ؟"۔(۱۴)

بعض لوگ یہ بھی ا لزام لگاتے ہیں کہ مولانا مودودی ؒ نے قائد اعظم کے خلاف توہین آمیز زبان استعمال کی اور انہیں عجیب و غریب القابات سے نواز ا۔ پہلی بات یہ کہ جو لوگ مولانا مودودی ؒ کے انداز تحریر و تقریر سے آگاہ ہیں وہ اس الزام کو لغو قرار دیں گے کیونکہ آپ نے کبھی کسی

گفتگویاتحریر میں ناشائستہ زبان استعمال نہیں کی دوسرا یہ کہ اسی الزام کا کوئی بھی ثبوت کسی کے پاس نہیں بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ واضح رہے کہ مجلس احرار کے ایک لیڈر مظہر علی اظہر نے اپنے ایک شعر میں قائد اعظم کو "کافر اعظم "کہا تھا جو بلاتحقیق مولانا مودودیؒ کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔(۱۵)

مولانا مودودی ؒ جب پابندسلاسل تھے تو لاہور کے رسالہ چٹان کے مدیر شو رش کا شمیری نے انہیں خط لکھا جس میں ان الزامات کی فہرست شامل تھی جو وقتا فوقتا ان پر لگا ئے جا تے رہے۔ ان میں ایک الزام یہ تھا کہ مولانا نے قائد اعظم ؒ کو گالیا ں دیں۔ اس الزام پر مولانا مودودیؒ کافی جذباتی ہو گئے۔

28 اپریل 1950کو شورش کاشمیری کے خط کا جواب دیتے ہوئے مولانا مودودی ؒ نے لکھا:

" آپ نے جو مجھ سے پو چھا کہ تو نے پاکستان کی تخریب کے عزائم کا اظہارکیا اور کیا تو نے قا ئد اعظم مرحوم کو گالیاں دیں۔؟ اس سے فی الواقع مجھے اذیت ہو ئی کیونکہ ٓاپ سے میری توقعا ت کچھ اور تھیں۔برادرعزیز! کیا اب کوئی ذلیل سے ذلیل بہتان بھی تیرے مرتبے سے اتنا فرو تر نہیں رہا کہ آپ اسے سن کر" سبحنک ھذا بھتان عظیم" کہہ سکیں اور مجھ سے اس کی دریافت کرنے کی ضرورت نہ سمجھیں؟ اور باالفرض اگر تحقیق کرنا ضروری ہی تھا تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں کو ئی اجنبی اور غیرمعروف آدمی تو نہیں ہوں۔کم و بیش تیس سال سے پبلک لائف میں ہوں۔ برسوں اخبا ر نویسی کر چکا ہوں۔سترہ اٹھارہ برس سے ترجما ن القرآن نکال رہا ہوں۔کتابوں اور رسالوں کی شکل میں میرے لکھے ہوئے ہزاروں صفحے موجود ہیں جن کو بلا مبالغہ لاکھوں آدمی پڑھ چکے ہیں۔پاکستان اور ہندوستان میں ہزار ہا آدمی ایسے موجود ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے میری تقریریں سنی ہیں۔ ہزاروں آدمی ذاتی طورپر میرے جاننے والے موجود ہیں۔خود شہر لا ہور میں برسوں رہ چکا ہوں۔آپ نے کیوں نہ پبلک میں اعلان کیا کی جو شخص ابوالاعلیٰ کو

ایک بد زبان انسان کی حیثیت سے جانتا ہو وہ اپنی شہادت پیش کرے؟ " (۱۶)

مولانا مودودیؒ ذاتی طور پر قا ئد اعظمؒ کی صلاحیتوں کے معترف تھے اور ان کے لیے اچھے جذبات رکھتے تھے۔اس کاثبوت ترجما ن ا لقران کا وہ اداریہ ہے جو انہوں نے قا ئد اعظمؒ کی رحلت پر لکھامولانا نے ان کی وفات کو عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے ان کی شخصیت کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا(۱۷)

1976میں نوائے وقت لاہور کے مجید نظامی نے مولانا مودودی ؒکو خط لکھا اور ان سے استفسار کیا کہ قائد اعظم کے بارے میں وہ کیا خیالات رکھتے تھے؟۔ مولانا مودودیؒ نے جواب میں لکھا۔ "ہوش سنبھالنے کے بعدجب سے میں نے ملکی سیاست میں دلچسپی لینی شروع کی تھی میرے دل میں مسلمانوں ک جن لیڈروں کا احترام سب سے زیادہ تھا ان میں سے ایک قائداعظم مرحوم بھی تھے میں نے ہمیشہ ان کو ایک بااصول،راستباز اور مضبوط سیرت و کردار کا مالک انسان سمجھا اور 1920سے 1948تک کبھی میرے دل میں ان کے متعلق یہ بد گمانی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف بھی کوئی بات کہہ سکتے ہیں۔ رائے کا اختلاف تو بڑے سے بڑے آدمیوں سے بھی ہو سکتا ہے خواہ زندہ ہوں یا اپنے رب کے پاس جا چکے ہوں۔اس قسم کا اختلاف مجھے جس کسی سے بھی ہوا ہے میں نے دلیل اور شائستگی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے لیکن اس کو مخالفت کا ہم معنی سمجھنا اور یہ خیال کرنا کہ جس کی رائے سے میں اختلاف کرتا ہوں اس کو بدنیت اور اور غیر مخلص سمجھتا ہوں دراصل ایک بے بنیاد سوءظن ہے۔قائد اعظمؒ کے متعلق مجھے کبھی یہ شبہ نہیں ہوا کہ وہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے معاملے میں مخلص نہ تھے البتہ ان کے "پسماندگان"کے متعلق مجھے یہ شبہ ضرور ہے کہ وہ ان کی ہمنوائی میں مخلص نہ تھے اور یہ شبہ ان حضرات کے ان اعمال کی بناء پر ہے جو اقتدار حاصل کرنے کے بعد و ہ کرتے رہے ان پر تنقید کے معنی قائداعظم ؒپر تنقید کے نہیں ہیں اور نہ ان کے عدم اخلاص کا شکوہ قائد کی ذات تک پہنچتا ہے۔"(۱۸)

غلط فہمی کا سبب

اگر واقعہ یہ ہے کہ مولانا مودودی ؒ نے تحریک پاکستان کی حمایت کی اور علامہ اقبالؒ و قائد اعظمؒ کا وہ بے حد احترام کرتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مولانا پر پاکستان مخالفت کا لیبل چسپاں کیا گیا؟ اور وہ بھی اس طرح کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اب بھی یہی سمجھ رہی ہے۔ ا س کے تین پہلو ہیں۔ اولاً تو جنرل ایوب خان کی حکومت کا منظم پروپیگنڈہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہ 1960کی دہائی میں ہوا جب پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر پابندی تھی۔ نجی اخبارات،ٹی وی اور ریڈیو نہ ہونے کے برابر تھے۔مارشل لا ء کا جبر تھا اس لیے حکومتی وسائل اور سرپرستی کے بل بوتے پر چلائی گئی مہم کارگر ثابت ہوئی اس حد تک کہ سچ سے پہلے جھوٹ نے اپنا کام کر دکھا یا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران مولانا نے مسلم لیگ کی جدوجہد پر جرح و نقد کی جس کو بعض مسلم لیگی او کچھ غیر مسلم لیگی عناصر نے پاکستان مخالفت کا نام دیا۔مولانا مودودی ؒکا آل انڈیا مسلم لیگ سے اصولی اختلاف درج ذیل تین اہم نکات پر مبنی تھا:

(الف)اگر ہمارے پیش نظر ایک اسلامی ریاست ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہم قوم کو اس مقصد کے حصول کے لئے اخلاقی حیثیت سے بھی تیار کریں۔ صرف سیاسی جنگ اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے علمی،قومی،اخلاقی،تہذیبی،سیاسی، غرض ہر میدان میں کام کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر اس مقصد کا حصول ممکن نہیں ہے۔

(ب)تحریک کی ہمہ گیر اور اس کے ہر شعبہ اور سطح کی قیادت کے انتخاب میں پوری احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ اشتراکیوں،ملحدوں،بے دینوں اور جاگیر داروں سب کو بلا سوچے سمجھے ایک ساتھ جمع کردینے سے جو بھیڑ جمع ہو جاتی ہے وہ کبھی بھی قوم کی رہنمائی صحیح سمت میں نہیں

کر سکتی۔ے تو ایک دوسرے کا گلاکاٹنے اور اپنے اپنے مقاصد و اہداف کے لئے قوم کو استعمال کرنے کی کوشش کریں گے اور انجام کا ر اصل منزل کھوٹی ہو جائے گی۔

(ج)مسلمانون کی حیثیت نسلی گروہ کی کی نہیں بلکہ ایک اصولی جماعت اور داعی گروہ کی ہے اور وہ اس حیثیت کو برقرار رکھتے اور طریق کا ر پر کام کرتے ہوئے ہی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ (۱۹)

ایک اور اہم سبب یہ تھا کہ مولانا نے مسلمانان ہند کے مسئلہ کے حل کے لیے تین تجاویز یا خاکے پیش کئے جو اگر چہ بالآخر آذاد مسلم ریاست پرمنتہج ہوئے لیکن ان تجاویز کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی اور انہیں تقسیم ہند کے اصول سے انحراف پر محمول کیا گیا۔ مناسب معلوم ہوتاہے کہ ان تجاویز یا خاکوں کا مختصراً تذکرہ کیا جائے:

پہلاخاکہ (قوموں کا وفاق)

پہلا خاکہ جو انہوں نے تجویز کیا اس کو قوموں کا وفاق Federation of Nationsکا نام دیا گیا۔ اس سکیم کے چیدہ چیدہ نکات جو مولانا نے بیان کیے و ہ درج ذیل ہیں:

(۱) اس سکیم کے نفاذ سے ہندوستان متوافق اقوام کی ریاست A State of Federating Nationsبن جائے گا۔

(۲)اس میں شامل اقوام ثقافتی خودمختاری Cultural Autonomyکی حقدار ہو نگیں۔ مراد یہ کہ وہ ایک خاص دائرے میں اختیارات استعمال کر سکیں گی۔

(۳) نظا م حکومت میں متوافق اقوام مساویانہ شرکت Equal Participationکی حقدار ہونگیں۔

(۴)تمام اقوام صاحبِ حاکمیت Sovereignہونگیں۔

(۵) ہر قوم اپنے طرز معاشرت یعنی عقیدے، عبادت گاہوں کی دیکھ بھال، عائلی قوانین،معاشرتی مسائل (وراثت، نکاح وغیر ہ) میں خودمختاری کی حامل ہونگی۔
(۶)اقوام کے اپنے اپنے عدالتی نظام ہونگے جب کہ ایک وفاقی عدالت بھی قائم کی جائے گی۔ (۲۰)
درجِ بالا نکات کے علاوہ مولانا نے وفاق کی سطح پر قائم محکموں میں متوافق اقوام کے حصے، آئین ساز اسمبلی،طریق انتخاب اور ریفرنڈم کے حوالے سے بھی تفصیلاً لکھا ہے۔
بظاہر تو یہ سکیم عجیب اور پیچید ہ نظر آتی ہے لیکن مولانا نے اس کے حق میں جو دلائل دیے ہیں وہ کافی وزنی ہیں۔ آپ نے لکھا کہ اس نکتے پر تو مسلمانوں میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان کے لیے وحدانی (Unitary)کی بجائے وفاقی (Federal)نظام موزوں ترین ہے۔ دوسرا یہ کہ مختلف علاقائی اکائیوں پر مشتمل وفاق قائم کرنے کا عموماً یہ جواز بتایا جاتا ہے کہ چونکہ ان ا کائیوں کا مذہب،نسل،زبان وغیر ہ مختلف ہوتے ہیں اس لیے انہیں وفاقی نظام کی لڑی میں پرونا چاہیے۔ مولانا کہتے ہیں کہ پھر یہی جواز اقوام کے وفاق کے لیے بھی پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہندوستان کی اقوام بھی نسل،مذہب اور زبان کے حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔(۲۱)

دوسرا خاکہ (حدود ارضی کا تعین اور الگ ریاستیں)

دوسرے خاکے پر مشتمل تجویز خاصی دلچسپ تھی۔مولانا مودودی نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان میں مسلمان، اچھوت اور سکھ جہاں جہاں اکثریت میں ہیں وہاں وہاں حدود ارضی کا تعین کرتے ہوئے ان کے لیے الگ الگ ریاستیں قائم کی جائیں (یہاں ریاست سے مراد وفاقی اکائی ہے) پھر ان ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق قائم کیا جائے۔ مزید برآں

تمام اقوام کو یہ حق دیاجائے کہ وہ 25سال کے عرصے میں اگر چاہے تو اپنی اکثریت والی ریاست میں منتقل ہوجائیں انھوں نے تجویز دی کہ ان ریاستوں کو مکمل اندرونی خودمختاری دی جائے۔ واضح رہے کہ مولانا کی اس تجویز سے ملتی جلتی تجاویز اور لوگوں نے بھی دی تھی جن میں قابل ذکر ڈاکٹر عبد الطیف تھے جنہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایک مقالہ شائع کیا تھا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ مشرقی بنگال،مغربی پنجاب، سند ھ،سرحد اور بلوچستان پر مشتمل مسلمانوں کی اکائی بنائی جائے۔علاوہ ازیں مسلمانوں کو حق دیا جائے کہ وہ 25سال میں اس اکائی کی طرف انتقال آبادی کریں۔ ڈاکٹر عبد الطیف نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے علاوہ یہ حق اچھوتوں اور سکھوں کو بھی دیا جائے۔ (۲۲)

تیسرا خاکہ (کنفیڈریشن کی تجویز)

تیسری اور آخری تجویز مولانا مودودی نے یہ دی کہ مسلمانوں اور ہندو اکثریت کے صوبوں پر مشتمل دو آذاد ریاستیں بنائی جائیں۔ پھر ان دونوں پر مشتمل ایک کنفیڈریشن قائم کی جائے۔مرکزمیں متعین مقاصد کے لیے دفاع، مواصلات اور تجارتی تعلقات کے امور پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیاجائے۔(۲۳)

درج بالا تین تجاویز کے آخر میں مولانا مودودی ؒ نے صراحت کے ساتھ کہا کہ یہ حتمی نہیں ہیں اگر کوئی شخص چوتھا یا پانچواں خاکہ پیش کر ے تو ان پر بھی بات ہو سکتی ہے۔

درجِ بالا تینوں خاکے اُس حل سے مختلف تھے جو آل انڈیا مسلم لیگ نے پیش کیا تھا۔

قیام پاکستان کےبعد مولانا مودودی اور ان کی جماعت کا طرز عمل

چونکہ جماعت اسلامی کا اختلاف ال انڈیا مسلم لیگ کے طریق کا ر سے تھا نہ کہ حصول پاکستان سے،اس لئے جب پاکستان کا قیام حقیقت بن کر سامنے آیا تو جماعت اسلامی اپنے تحفظات کے باوجود اس کی حمایت پر کمر بستہ ہوئی۔

مئی1947 میں جبکہ تقسیم ہند کا مرحلہ ابھی نہیں آیا تھا اس موضوع پر جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا کہ پاکستان بننے کی صورت میں کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ ہندوستان کے بعض علاقوں سے تعلق رکھنے والے ممبران کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی کا مرکز بھارت میں رہنے دیا جائے لیکن مولانا مودودیؒ نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ چونکہ ہندوستان تقسیم ہو چکا ہے اس لئے جماعت اسلامی کا مرکز پاکستان میں ہوگا۔ آخر میں مجلس شوریٰ نے مولانا مودودی ؒکی تجویز کو منظور کرلیا۔ارکان شوریٰ کا خیا ل تھا کہ پاکستان کو تو بننا اس غرض کے لئے تھا کہ یہاں ہم نے اسلامی ریاست قائم کرنی ہے اور جماعت اسلامی کے قیام کا اصل مقصد بھی یہی تھا اس لئے اسلامی ریاست کے قیام کے واضح امکانا ت پاکستان میں ہو سکتے تھے نہ کہ بھارت میں۔ (۲۴)

اس کے بعد کئی مواقع پر مولانا مودودی اور ان کی جماعت نے پاکستان سے وفاداری کے ثبوت فراہم کئے اور اس کے استحکام کے لئے کام کیا۔ مثال کے طور پر تقسیم ہند کے منصوبے کے تحت جولائی 1947میں صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے انعقاد کا اعلان کیا گیا جس کے دوران وہاں کے عوام سے یہ پوچھنا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے تھے یا کہ بھارت کے ساتھ؟۔ اس حوالے سے جب مولانا مودودی ؒ سے پوچھا گیا کہ وہ ریفرنڈم میں کس کی حمایت کریں گے تو آپ نے فرمایا:

"اگر میں صوبہ سرحد کا رہنے والا ہوتا تو استصوابِ رائے میں میرا ووٹ پاکستان کے حق میں پڑتا اس لئے کہ جب ہندوستان کی تقسیم ہندو اور مسلم قومیّت کی بنیاد پر ہو رہی ہے تو لامحالہ اس علاقے کو جہاں مسلمان قوم کی اکثریت ہو، اس تقسیم میں مسلم قومیت ہی کے علاقے کے ساتھ شامل ہونا چاہیے"۔ (۲۵)

دوسری مثال یہ کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت نے مولانا مودودی ؒ کو ریڈیو پاکستان سے تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کی آپ نے اپنی تقاریر میں اسلامی حکومت کی مختلف تفصیلات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیں (۲۶)

کوئی بھی ذی شعور شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ مولانا مودودیؒ پاکستان کے مخالف ہوتے تو انہیں سرکاری نشریاتی ادارے سے تقاریر کا سلسلہ شروع کرنے کی دعوت کیوں ملتی؟

حر ف آخر

اس مقالے میں تحریک پاکستان کے حوالے سے مولانا سید ابولاعلیٰ مودودی ؒ کی اصل پوزیش واضح کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُنہوں نے انہوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت تو نہیں کی البتہ آل انڈیا مسلم لیگ کے بیانیئے سے اختلاف ضرور کیا۔ گزشتہ صفحات میں دو قومی نظریے کے حق میں مولانا کی علمی کاوش، علامہ اقبال اور قائد اعظم کے ساتھ روابط، 1940میں دستوری خاکے کے لیے مسلم لیگ کمیٹی میں کردار جیسے حقائق کی روشنی میں اس الزام کی کوئی بنیاد نہیں بنتی کہ انہوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی۔جہاں تک اُن کے تجویز کردہ تین متبادل خاکوں کاتعلق ہے تو بادی النظر میں وہ تینوں ایک آزاد اسلامی ملک کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لیے تھے۔ پاکستان کے حوالے سے مولانا مودودی ؒ سے ہمیشہ سوال ہوتے رہے جن کا انہوں نے ہمیشہ مسکت اور دو ٹوک جواب

دیا۔ یہاں بطور ثبوت روزنامہ مشرق لاہور کے نمائندے ریاض بٹالوی کے انٹرویو کا ذکر مناسب ہوگا جو یکم فروری 1970کواسی اخبار میں چھپا۔ جب بٹالوی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت کے الزام پر مولانا کی رائے پوچھی تو آپ نے جواب دیا:

"میں نے کبھی تحریک پاکستان کی مخالفت نہیں کی البتہ یہ درست ہے کہ میں نے قیام پاکستان کی تحریک میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا اور نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے۔ میرے پیش نظر اس وقت سب سے بڑا کام یہ تھا کہ مسلمانوں میں دینی روح بیدار کی جائے اور اسی پر میری توجہ مرکوز تھی اس کے ساتھ میں مسلمانوں کو کانگریس کی تحریک رابطہ عوام اور متحدہ قومیت کے نعرے سے بچانے کے لیے پورے خلوص سے کوشش کرتا رہامیں نے اس خیال کا صاف صاف اظہار کردیا تھا کہ تقسیم ہند کے علاوہ مسلمانوں کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا چنانچہ میں نے اپنی کتاب "سیاسی کشمکش "حصہ دوم میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے "۔ (۲۷)

حوالہ جات

(۱) ہفت روزہ *ایشیاء* لاہور 18دسمبر 1988صفحہ 27

(۲) ایضا

(۳) خلیل احمد حامدی ، *تذکرہ سید مودودی* ، ادارہ معارف اسلامی، لاہور,1986,صفحہ 84

(۴) نعیم صدیقی "المودودی "ادارہ معارف اسلامی لاہور 1986صفحہ 263

(۵) ایضا

۶) ہفت روزہ ایشیاء ایضاً صفحات 26-27

(۷) مجیب الرحمن شامی " *ایک شخص ایک کاروان* "قومی پبلشر ز لاہور 1980صفحہ 79

(۸) روزنامہ جسارت کراچی 26اگست 1988 "تحریک اسلامی منزل بہ منزل"

(۹) مولاناسید ابولاعلیٰ مودودی ؒ *"الجہاد فی الاسلام "*ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1985صفحہ 14

(۱۰) ہفت روزہ *آئین* لاہور 15نومبر 1988،عمر حیات غوری "علامہ اقبا ل سے مولانا مودودی ؒ تک "صفحات 27تا 30

(۱۱) روزنامہ جسارت,ایضاً

(۱۲) مجیب الرحمن شامی ایضاً صفحہ 79

(۱۳) روزنامہ جنگ راولپنڈی بعنوان "مسجد" 31اکتوبر 2014

۱۴) ایضا

(۱۵) سلیم منصور خالد کا میاں طفیل محمد سے انٹر ویو2نومبر 2000لاہور

(۱۶) حکیم محمد شریف مسلم، *مکاتیب زندان*، ادارہ معارف اسلامی،منصورہ، لاہور، 1983،صفحہ 124

(۱۷) سید سعد گیلانی *"تحریک جماعت اسلامی* "المنار بک سنٹر لاہور 1982صفحہ 340

(۱۸) اسعد گیلانی *"اقبال،قائداعظم،مودودی اور تشکیل پاکستان*"یونیورسل بکس اُردو بازار لاہور 1987صفحہ 166

(۱۹) میاں طفیل محمد، *مشاہدات : مولانا مودودی، جماعتِ اسلامی اور پاکستان* ، ادارہ معارف اسلامی،منصورہ، لاہور ، 2012،صفحات 130 تا 131

(۲۰) سید ابوالاعلی مودودی ؒ"تحریک آزادی ہند اور مسلمان "اسلامک پبلیکشنز،لاہور 2005صفحات 485تا 497

(۲۱) ایضاً صفحہ 486

(۲۲) ایضاً صفحہ492

(۲۳) ابو طارق "*مولانا مودودی ؒکے انٹرویو* "حصہ اول،اسلامک پبلکیشنز لاہور،1983صفحات 456-57

(۲۴) میاں طفیل محمد "مشاہدات" صفحہ 144

(۲۵) سہ روزہ کوثر 5جنوری 1947، ، نیز دیکھیں جسٹس ملک غلام علی،*رسائل و مسائل(مولانا سید ابوالاعلٰی مودودی)* ، جلد اوّل صفحہ363

(۲۶) صفد رمحمود۔روزنامہ جنگ 31اکتوبر2014

(۲۷) روزنامہ مشرق۔ لاہور۔ یکم فروری 1970